دینی علمی فکری ثقافتی

ماهنامہ

12

الایمان

شعبان المکرم۱۴۳۵ھ مطابق جون2014ء

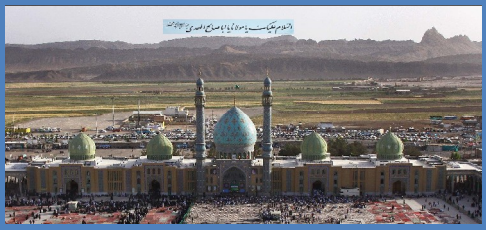

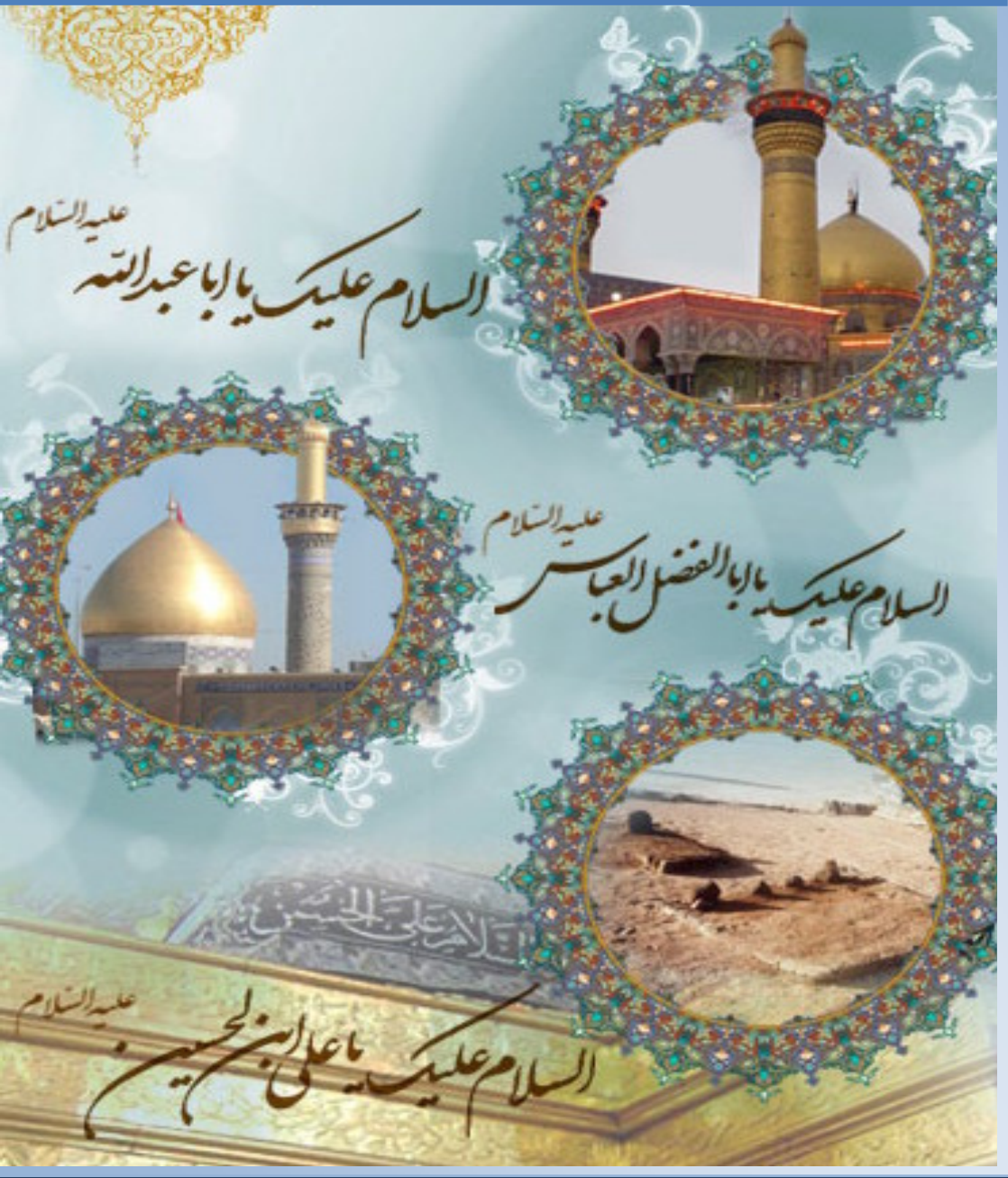
السلام علیک یا اباعبدالله علیه السلام
السلام علیک یا ابا الفضل العباس علیه السلام
السلام علیک یا علی ابن الحسین علیه السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

* قرآن حکیم کی نگاہ میں انسان کا حسین یا بد صورت ہونا
* آیا موت ختم ھو جانا ہے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا؟
* امام حسین علیہ السلام کی ولادت با سعادت
* حضرت ابوالفضل العباس (ع) کی ولادت با سعادت
* ۱۵ شعبان ولادت صاحب العصر والزمان حضرت حجّتؑ منتظر عجّل اللہ فرجہ
* **تقلید**
* محبت کے فوایداور اسکے آثار اولاد کی تربیت میں
* شیعہ تہذیب و ثقافت کی تدوین

وحدت اسلامی کا علمبردار دینی، علمی، فکری اور ثقافتی مجلّہ

مدیر: مولانا کاظم رضا

ناشر: ادارہ الایمان

رابطہ: ضلع اٹک، تحصیل جنڈ، جھمٹ۔

03465096288

Razakazim13@yahoo.com

قرآن حکیم کی نگاہ میں انسان کا حسین یا بد صورت ہونا

کیا انسان قرآن حکیم کی نظر میں بد صورت مخلوق بھی اور حسین مخلوق بھی ہے ؟ کیا وہ دو طرح کی فطرتوں کا حامل ہے یعنی اس کی آدھی فطرت نور ہے اور آدھی ظلمت؟ اور ایسا کیوں ہے کہ قرآن حکیم اس کی بہت زیادہ تعریف بھی کرتا ہے اور بے انتہا مذمت بھی؟

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی تعریف اور مذمت اس سبب سے نہیں کہ وہ دو فطرتوں کا حامل ہے گویا اس کی ایک فطرت قابل تعریف اور دوسری قابل مذمت۔ قرآن حکیم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان اپنی استعدادی قوت کی بناء پر تمام کمالات کا حامل ہے اور اس کا لازم ہے کہ وہ ان کمالات کو قوت سے فعل میں لائے اور یہ خود انسان ہی ہے جو اپنی ذات کا معمار ہے۔

انسان کے ان کمالات تک پہنچنے کی اصل شرط "ایمان" ہے۔ "ایمان" ہی سے اس میں تقویٰ نیک عمل اور راہ خدا میں کوشش کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے "ایمان" ہی کے ذریعے سے علم نفس امارہ کے ہاتھ میں ناجائز ہتھیار کی صورت سے نکل کر مفید ہتھیار کی صورت اختیار کرتا ہے۔ پس حقیقی انسان جو کہ "خلیفۃ اللہ" ہے مسجود ملائک ہے دنیا کی ہر چیز اسی کے لئے ہے اور وہ تمام انسانی کمالات کا حامل ہے وہ "انسان باایمان" ہے۔

قرآن حکیم میں ایسی بھی آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کون سا انسان ہے جس کی تعریف کی گئی ہے؟ اور وہ کون سا انسان ہے جس کی مذمت کی گئی ہے؟ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسان جو خدا پر ایمان نہیں رکھتا انسان حقیقی نہیں ہے اگر انسان اس حقیقت یگانہ سے تعلق قائم کرلے جس کی یاد سے دل آرام پاتا ہے تو وہ کمالات کا حامل ہے اور اگر وہ اس حقیقت یگانہ یعنی خدا سے جدا ہو جاتا ہے تو وہ ایک ایسے درخت کی مانند ہے جو اپنی جڑوں سے جدا ہو چکا ہے۔ اس موضوع پر ہم ذیل میں آیات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں:

"قسم ہے زمانے کی! بے شک انسان خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کرتے اور صبر واستقامت کی تاکید کرتے رہے۔" (سورہ عصر ا)

"اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ان کا انجام جہنم ہے ان کے دل ہیں وہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں وہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ وہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔" (سورہ اعراف آیت ۱۷۹)

آیا موت ختم ہو جانا ہے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا؟

یہ ایک بنیادی اور اہم ترین سوال ہے جو ہمیشہ بشر کے سامنے موجود رہا ہے اور رہے گا نیز ہر انسان اس سوال کے جواب کا خواہاں ہوتا ہے۔ اس سوال کا حقیقی اور مطمئن کر دینے والا جواب قرآن کریم ہی سے مل سکتا ہے۔ قرآن کریم نے اس سلسلہ میں لفظ "تُوفّیٰ" کا استعمال کیا ہے۔ متعدد آیتوں میں موت کو "تُوفّی" کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔ (نساء: ۱۵، ۹۷، انعام: ۶۱، محمد: ۲۷، مائدہ: ۱۱۷، نحل: ۲۸، ۳۲، ۷۰، یونس: ۴۶، ۱۰۴، رعد: ۴۰، غافر: ۷۷، انفال: ۵۰، زمر: ۴۲، سجدہ: ۱۱، اعراف: ۳۷)

لغت میں توفّی کے معنی کسی شئے کو مکمل طور پر اخذ کرنے کے ہیں۔ جب بھی کوئی شخص کسی شئ کو مکمل طور پر یعنی کسی کمی وزیادتی کے بغیر حاصل کرتا ہے تو عربی زبان میں اس کے لئے لفظ توفی کو استعمال کیا جاتا ہے: "توفیت الکتاب" یعنی میں نے کتاب کو بغیر کسی کمی وزیادتی کے حاصل کرلیا البتہ خیال رہے کہ "توفّی" اور اسکا مشتق "وفات"، "فوت" سے جدا ہے۔ فوت کے معنی مکمل طور پر محو اور ختم ہو جانے کے ہیں جب کہ وفات اسی معنی میں یعنی کسی شئ کو اس کے مالک تک پہونچانے میں استعمال ہوتا ہے۔

جو افراد یہ سوچتے ہیں کہ انسان مرنے کے بعد زمین میں دفن ہو کر ختم ہو جاتا ہے اور اسی بنا پر قیامت کا انکار کر دیتے ہیں، ان کے لئے قرآن مجید فرماتا ھے: آپ کہ دیجئے کہ تم کو وہ ملک الموت زندگی کی آخری منزل تک پہونچائے گا جو تم پر تعینات کیا گیا ہے اس کے بعد تم سب پروردگار کی بارگاہ میں پیش کئے جاؤگے۔ (سجدہ: ۱۱)

موت کو توفّی کا عنوان دینے والی آیتوں سے استنباط کیا جاسکتا ہے کہ قرآنی نقطۂ نظر سے موت، ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں داخل ہو جانے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے یعنی انسان موت

کے ذریعہ اپنی تمام تر شخصیت اور حقیقت کو مامورین خدا کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس طرح کی آیتوں سے تین نکات سامنے آتے ہیں۔

(۱) موت ، انسان کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ ایک دوسری دنیا میں داخل ہونا ہے اور موت کے بعد حیات انسانی ایک دوسرے انداز سے جاری رہتی ہے۔

(۲) جو کچھ انسانی شخصیت کو تشکیل دیتا ہے وہ اس کا حقیقی "نفس" ہے نہ کہ اس کا بدن یا اس کے لوازمات کیونکہ انسانی بدن اور اس کے اعضاء موت کے وقت کسی دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتے ہیں نہ ہی مامورین خدا انہیں اپنے قبضے میں لیتے ہیں بلکہ یہ اعضاء تو اسی دنیا میں رہ جاتے ہیں اور بتدریج سڑ گل جاتے ہیں۔ لھذا انسان کی حقیقی شخصیت اس کا بدن نہیں بلکہ اس کا نفس ہوتا ہے جس کو قرآن نے کبھی روح کہا ہے اور کبھی نفس۔

(۳) مقام و مرتبۂ وجودی کے لحاظ سے روح انسان، مادہ اور مادیات سے بالاتر ہے، یعنی مجرد ہے۔ موت کے ساتھ ہی انسان کی روح ایک دوسری دنیا میں منتقل ہو جاتی ہے جسے عالم روح کہا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں موت کے وقت اس غیر مادی حقیقت یعنی روح کو واپس بلا لیا جاتا ہے۔

==========

بقیہ صفحہ ۱۱

نتیجہ : والدین بچوں سے محبت کا اظہار کریں، بچے ان کی باتوں کو زیادہ توجہ سننے اور ماننے لگیں گے۔ والدین محبت کے ذریعہ اپنے بچوں سے زیادہ عاطفی اور قلبی تعلق خاطر بنا سکتے ہیں اور انہیں نیک اور اچھے کاموں کی طرف راغب و مائل کر سکتے ہیں اور برے اور خراب کاموں سے روک سکتے ہیں اور یہی وہ راستہ ہے جو انسان کو کمال، تربیت اور بلندی کی طرف ھدایت کر سکتا ہے۔

امام حسین (ع) کی ولادت باسعادت

نام کنیت القاب: آپ کا اسم گرامی حسین (ع)، کنیت صرف ابو عبداللہ تھی، البتہ القاب آپ کے بے شمار ہیں جن میں سید وسبط اصغر، شہید اکبر، اور سید الشہداء زیادہ مشہور ہیں۔

ولادت: ہجرت کے چوتھے سال تیسری شعبان جمعرات کے دن مدینہ منورہ میں آپ کی ولادت ہوئی. اس خوشخبری کو سن کر جناب رسالت ماب تشریف لائے, بیٹے کو گود میں لیا, داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور اپنی زبان منہ میں دی. پیغمبر کا مقدس لعاب دہن امام حسین علیہ السّلام کی غذا بنا. ساتویں دن عقیقہ کیا گیا. آپ کی پیدائش سے تمام خاندان میں خوشی اور مسرت محسوس کی جارہی تھی مگر آنے والے حالات کا علم پیغمبر کی آنکھوں سے آنسو بہا رہا تھا. اور اسی وقت سے حسین علیہ السّلام کے مصائب کا چرچا اہلبیت رسول (ص) کے زبانوں پر آنے لگا۔

نشو و نما: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں جو اسلام کی تربیت کا گہوارہ تھی اب دن بھر دو بچوں کی پرورش ہونے لگی ایک حسن دوسرے حسین اور اس طرح ان دونوں کا اور اسلام کا ایک ہی گہوارہ تھا جس میں دونوں پروان چڑھ رہے تھے. ایک طرف پیغمبر اسلام جن کی زندگی کا مقصد ہی اخلاق انسانی کی تکمیل تھی اور دوسری طرف حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام جو اپنے عمل سے خدا کی مرضی کے خریدار بن چکے تھے تیسری طرف حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا جو خواتین کے طبقہ میں پیغمبر کی رسالت کو عملی طور پر پہنچانے کے لیے ہی قدرت کی طرف سے پیدا ہوئی تھیں، اس نورانی ماحول میں امام حسین (ع) کی پرورش ہوئی.

اخلاق و اوصاف: امام حسین علیہ السّلام سلسلہ امامت کی تیسری فرد اور عصمت و طہارت کا باقاعدہ مجسمہ تھے۔آپ کی عبادت, آپ کا زہد, آپ کی سخاوت اور آپ کے کمال اخلاق کے دوست و دشمن سب ہی قائل تھے۔ آپ میں سخاوت اور شجاعت کی صفت کو خود رسول اللہ نے بچپن میں ایسا نمایاں پایا کہ فرمایا» حسین میں میری سخاوت اور میری جرأت ہے۔« چنانچہ آپ کے دروازے پر مسافروں اور حاجتمندوں کا سلسلہ برابر قائم رہتا تھا اور

کوئی سائل محروم واپس نہیں ہوتا تھا۔اسی وجہ سے آپ کا لقب ابوالمساکین ہو گیا تھا۔راتوں کو روٹیوں اور کھجوروں کے پشتارے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے جاتے تھے اور غریب محتاج بیواؤں اور یتیم بچوں کو پہنچاتے تھے جن کے نشان پشت مبارک پر پڑ گئے تھے۔ حضرت ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ » جب کسی صاحبِ ضرورت نے تمھارے سامنے سوال کے لئے ہاتھ پھیلا دیا تو گویا اس نے اپنی عزت تمھارے ہاتھ بیچ ڈالی۔اب تمھارا فرض یہ ہے کہ تم اسے خالی ہاتھ واپس نہ کرو, کم سے کم اپنی ہی عزتِ نفس کا خیال کرو۔«

غلاموں اور کنیزوں کے ساتھ آپ عزیزوں کا سا برتاؤ کرتے تھے۔ذرا ذرا سی بات پر آپ انھیں آزاد کر دیتے تھے۔ آپ کے علمی کمالات کے سامنے دنیا کا سر جھکا ہوا تھا۔مذہبی مسائل اور اہم مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔آپ رحم دل ایسے تھے کہ دشمنوں پر بھی وقت آنے پر رحم کھاتے تھے اور ایثار ایسا تھا کہ اپنی ضرورت کو نظر انداز کر کے دوسروں کی ضرورت کو پورا کرتے تھے۔ان تمام بلند صفات کے ساتھ متواضع اور منکسر بھی تھے۔ اس خاکساری کے باوجود جس مجمع میں آپ تشریف فرما ہوتے تھے لوگ نگاہ اٹھا کر بات بھی نہیں کرتے تھے۔جو لوگ آپ کے خاندان کے مخالف تھے وہ بھی آپ کی عظمت کے قائل تھے۔

آپ کی اخلاقی جرأت , راست بازی اور راست کرداری , قوتِ اقدام, جوش عمل اور ثبات و استقلال , صبر و برداشت کی تصویریں کربلا کے مرقع میں محفوظ ہیں۔ان سب کے ساتھ آپ کی امن پسندی یہ تھی کہ آخر وقت تک دشمن سے صلح کرنے کی کوشش جاری رکھی مگر عزم وہ تھا کہ جان دے دی مگر جو صحیح راستہ پہلے دن اختیار کر لیا تھا اس سے ایک انچ نہ ہٹے۔آپ نے بحیثیت ایک سردار کے کربلا میں ایک پوری جماعت کی قیادت کی اس طرح کہ اپنے وقت میں وہ اطاعت بھی بے مثل اور دوسرے وقت میں یہ قیادت بھی لاجواب تھی۔

اولاد: آپ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں بیٹوں کے نام : (۱) علی اکبر (۲) علی اوسط (۳) جعفر (۴) عبداللہ (علی اصغر) بیٹیوں کے نام : (۱) سکینہ (۲) فاطمہ

شھادت: آپ کو یزید ابن معاویہ لعنۃ اللہ علیہ کے حکم سے :۱۰ محرم الحرام ۶۱ ھجری کو شھید کیا گیا،آپکا روضہ اقدس کربلائے معلّیٰ میں آپ؛کی مدت امامت ۱۲ سال اور کل عمر مبارک ۵۷ سال تھی۔

حضرت ابوالفضل العباس(ع) کی ولادت باسعادت

نام، کنیت اور القابات: آپ کا اسم گرامی عباس، کنیت ابوالفضل اور القاب افضل الشہداء، باب الحوائج، قمرِ بنی ھاشم، شہنشاہِ وفا، علمدار، غازی، سقائے سکینہ.....

ولادت باسعادت: آپ کے والد علی ابن ابی طالب علیہاالسلام اور والدہ فاطمہ کلابیہ علیہاالسلام ام البنین ہیں۔ حضرت عباس علیہ السلام چار شعبان المعظم 26ھ کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے اس وقت تک آنکھ نہیں کھولی جب تک ان کے بھائی امام حسین علیہ السلام نے انھیں اپنے ہاتھوں میں نہیں لیا۔ بچپن ہی سے انھیں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ بہت محبت تھی۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس عظیم الشان بچے کا نام عباس رکھا۔

ابتدائی زندگی اور فضائل: حضرت علی علیہ السلام نے آپکی تربیت وپرورش کی تھی۔ حضرت علی علیہ السلام سے انھوں نے فن سپہ گری، جنگی علوم، معنوی کمالات، مروجہ اسلامی علوم و معارف خصوصاً علم فقہ حاصل کئے۔ 14 سال کی معمولی عمر تک وہ ثانی حیدر کہلانے لگے۔ حضرت عباس علیہ السلام بچوں کی سرپرستی، کمزوروں اور لاچاروں کی خبر گیری، تلوار بازی اور و مناجات و عبادت سے خاص لگاو رکھتے تھے۔ لوگوں کی خبر گیری اور فلاح و بہبود کے لئے خاص طور پر مشہور تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو باب الحوائج کا لقب حاصل ہوا۔ حضرت عباس کی نمایان ترین خصوصیت "ایثار و وفاداری" ہے جو ان کے روحانی کمال کی بہترین دلیل ہے۔ وہ اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے عاشق و گرویدہ تھے اور سخت ترین حالات میں بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑا اسی لئے ان کا ایک لقب شہنشاہِ وفا ہے۔

شہادت: ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ھجری کربلا میں جام شھادت نوش کیا

۱۵ شعبان ولادت صاحب العصر والزمان حضرت حجّتُ منتظر عجلّ اللہ فرجہ

نام و نسب: جو اپنے جدِ برز گوار حضرت پیغمبر خدا کے بالکل ہمنام اور صورت وشکل میں ہو بہو ان کی تصویر ہیں. والدہ گرامی اپ کی نرجس خاتون علیہ السّلام قیصرُ روم کی پوتی اور شمعون وصی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی اولاد سے تھیں.

القاب وخطابات: غالباً ائمہ معصومین میں حضرت علی علیہ السّلام بن ابی طالب کے بعد سب سے زیادہ القاب ہمارے امام علیہ السّلام عصر کے ہیں جن میں زیادہ مشہور ذیل کے خطابات ہیں .المہدی علیہ السّلام ،القائم، صاحب الزمان علیہ السّلام، حجتِ علیہ السّلام خدا، منتظر علیہ السّلام

ولادت: وہ وقت جس کا معصومین علیہ السّلام کو انتظار تھا اخر کو اہی گیا اور پندرہ شعبان 552 ھئ کی رات کو سامرے میں اس مبارک ومقدس بچے کی ولادت ہوئی. امام حسن علیہ السّلام عسکری علیہ السّلام نے اس موقع پر کافی مقدار میں روٹیاں اور گوشت راہ خدا میں صدقہ کرایا اور عقیقہ میں کئی بکروں کی قربانی فرمائی .

غیبت: حضرت امام منتظر علیہ السّلام کی امامت کا زمانہ اب تک دو غیبتوں میں تقسیم رہا. ایک زمانہ غیبت صغریٰ اور ایک غیبتِ کبریٰ

غیبتُ صغریٰ: پہلی غیبت کا دور ۲۶۰ھ سے ۳۲۹ھ تک انستر سال قائم رہا. اس دور میں نائب خاص موجود تھے یعنی ایسے حضرات جن کو امام علیہ السّلام کی جانب سے نائب بتایا گیا تھا کہ شیعوں کے مسائل امام علیہ السّلام تک پہنچائیں. یہ چار بزرگوار تھے جنکے نام یہ ہیں. ۱: عثمان بن سعید، ۲: محمد بن عثمان ۳: حسین بن روح ۴: علی بن محمد سمری.

غیبتِ کبریٰ: ۳۲۹ ھجری کے بعد والے زمانے کو غیبت کبریٰ کہتے ہیں. (اللھم عجل اللہ فرجہ وسھّل مخرجہ)

تقلید

س ۱: تقلید کیا ہے؟

جواب: دلیل طلب کئے بغیر کسی کا قول قبول کرنا تقلید ہے۔

جس طرح بیمار اپنے ڈاکٹر کے دستور کی پیروی اور اسی کے مطابق عمل کرتا ہے۔

سوال ۲: تقلید کن موضوعات میں ہوسکتی ہے۔ مقلد کسے کہتے ہیں؟

جواب: کسی بھی موضوع میں جب انسان کوئی مطلب نہ سمجھ سکے اور دوسروں سے اتباعاً اخذ کرے اسے تقلید کہیں گے۔ البتہ تقلید کے غالب موارد ایسے امور ہیں جہاں تعلیم و تجربہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ کسی بھی علم سے بے بھرہ افراد عالم و ماہر اور تجربہ کار سے ہی اس علم کے مسائل کو حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسے افراد کو مقلد اور عالم و ماہر فن کو اس علم و فن کا مجتھد کہتے ہیں۔ جیسے ڈاکٹر و طبیب انسانی بدن کے حالات اور صحت و مرض سے واقفیت رکھتا ہے۔ دواساز دواؤں کی خصوصیات سے مطلع ہوتا ہے۔ معمار مکان کے بنانے میں ماہر ہے۔ زرگر سونا چاندی اور دوسرے جواہرات کی تشخیص میں ماہر ہے۔ درزی لباس اور اس کی سلائی میں استاد ہے۔ گھڑی ساز گھڑی کی خوبی و بدی اور اس کے داخلی حالات سے آگاہ ہے اور حکیم و فلسفی اپنی استعداد بشری کے مطابق موجودات کے حقایق سے باخبر ہوتا ہے۔

نتیجہ: ہر علم و فن کے عالم، دانشمند اور متخصّص کو اس علم کا مجتھد اور ناواقف حضرات جب اس مجتھد کی طرف رجوع کرتے ہیں تو انہیں مقلد کہا جاتا ہے

محبت کے فوایداور اسکے آثار اولاد کی تربیت میں

بچوں سے محبت کے بہت سے آثار و فواید ہیں، جن میں بعض کا ذکر یہاں کیا جارہا ہے

ا۔ محبت، شادابی و نشاط کا سبب ہے لہٰذا جو والدین اپنے بچوں سے زیادہ محبت کریں گے وہ انہیں زیادہ خوش اور مطمءن رہنے میں مدد کریں گے۔

۲۔ بچے اس روش سے یہ سیکھتے ہیں کہ دوسروں سے کیسے محبت کی جائے، جو بچے محبت سے محروم رہتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ جسمی و روحی و روانی اعتبار سے مشکلوں کا شکار ہو جاتے ہیں بلکہ دوسروں سے محبت آمیز سلوک میں بھی الجھنوں سے دچار ہو جاتے ہیں اور آئندہ وہ بہتر اور مناسب سلوک سے معذور ہو جاتے ہیں۔

۳۔ محبت سے بچوں میں اعتماد بنفس پیدا ہوتا ہے، جن بچوں میں کانفیڈینس اور اعتماد بنفس پایا جاتا ہے وہ اپنی مشکلات کے حل کے لیے دوسروں کا انتظار نہیں کرتے بلکہ اپنی بلند ہمتی اور مضبوط ارادے کے ساتھ وارد عمل ہو جاتے ہیں اور جب تک ھدف اور مقصد تک نہیں پہچ جاتے، سعی و کوشش کرتے رہتے ہیں۔

۴۔ بچوں میں کچھ کرنے کا جزبہ پیدا کرنے والے اسباب میں سے ایک اصول کلی یہ ہے کہ جو بچے محبت پاتے ہیں وہ زیادہ محنت کرتے ہیں اور محبت، تعلیم اور رشد کی خوبیوں کو درک کرتے ہیں۔

۵۔ محبت سے اولاد کی توجہ حاصل کی جاسکتی ہے جس کے نتیجہ میں اولاد والدین پر اعتماد اور اطمینان کرنے لگتی ہے اور ان کی مطیع بن جاتی ہے، اس روش سے بچوں کی تربیت کا زمینہ فراہم ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ انسان خاص طور پر بچے اور نوجوان محبت میں کشش محسوس کرتے ہیں اور خود سے محبت کرنے والوں کو دوست رکھتے ہیں انہیں پسند کرتے ہیں اور ان کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں: انسان کا قلب وحشی ہوتا ہے جو اس سے محبت کرتا ہے وہ اس کی طرف جھک جاتا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۵)

شیعہ تہذیب و ثقافت کی تدوین

سانحہ کربلا میں فرزندِ رسول• کی شہادت کے بعد آپ (ع) کے خاندان کو خارجی اور غیر مسلم قرار دے کر اسیر کر لیا گیا اور آپ (ع) کے فرزند' امام سجاد (ع) نے اپنی امامت کے ابتدائی ایام اسیری میں گذارے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو مقامِ امامت و عصمت کی کوئی پہچان نہیں رہی تھی۔ جہالت کی پستیوں کے اس موقع پر امتِ مسلمہ کو اپنی فکری حیات کی تجدید کی شدید ضرورت تھی۔اور اس عظیم ذمہ داری کو امام سجاد (ع) کے بعد امام باقر(ع) نے اٹھایا۔آپ (ع) اہلبیت (ع) کی جانب رجوع اور ائمہ اطہار کی عصمت پر بھرپور تاکید کرتے ہیں اور متعدد بار یاددہانی کراتے ہیں کہ سعادت و کامیابی کا راستہ صرف آپ (ع) کی پیروی میں مضمر ہے۔

آپ (ع) کا کلام پوری صراحت کے ساتھ اس بات کو بیان کرتا تھا کہ دین کے حقیقی معارف کا حصول معصوم رہبروں کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔آپ (ع) فرماتے تھے:

"فرزندانِ رسول اللہ' اللہ کی رضا کے حصول کے لئے علومِ الٰہی کا دروازہ، جنت کی جانب دعوت دینے والے اور لوگوں کو اس جانب لے جانے والے ہیں۔"

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "اے لوگو! کہاں جارہے ہو؟ کس طرف لے جائے جارہے ہو؟ تم لوگ ابتداء میں ہم اہلبیت کے ذریعے سے ہدایت یافتہ ہوئے اور تمہارا انجام بھی ہمارے ساتھ ہی ہوگا۔"

پانچویں امام کی امامت کا دور شیعوں کی مظلومیت کا عروج تھا۔خود امامِ باقر(ع) ان ایام پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ہمارے پیروکاروں کے لئے حالات اتنے سخت تھے کہ یہ نوبت آگئی تھی کہ اگر کسی کو زندیق یا کافر کہا جاتا تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر تھا کہ اسے امیر المومنین (ع) کا شیعہ کہا جاتا۔"

ان حالات میں، امام محمد باقر(ع) نے دین کے حقیقی علوم کا بیان اور شیعوں کے لئے بھرپور مذہبی ثقافت کی تدوین کو اپنا اصلی محاذ قرار دیا۔ اگرچہ اس کے ساتھ ساتھ، کبھی صراحت کے ساتھ اور کبھی اشاروں کنایوں میں ظالم حکمرانوں پر بھی تنقید کرتے اور لوگوں کو ان سے دور رہنے کی تاکید کرتے تھے۔

This document was created with Win2PDF available at http://www.daneprairie.com.
The unregistered version of Win2PDF is for evaluation or non-commercial use only.